REGD. NO. L.5254

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فون نمبر ۹۴

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ
عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

شرح چندہ
سالانہ ۲۴ روپے
ششماہی ۱۳ "
سہ ماہی ۷ "

ربوہ

روزنامہ
یوم سہ شنبہ ۲۰ محرم ۱۳۸۱ھ

فی پرچہ ۱۰ نئے پیسے (ایک آنہ پانچ پائی سابقہ)

الفضل

جلد ۵۰/۱۵ | ۴ وفا ۱۳۴۰ ہش | ۴ جولائی ۱۹۶۱ء | نمبر ۱۵۲

لبنان نے عراق اور کویت میں مصالحت کی کوششیں شروع کر دیں

برطانیہ نے کویت میں اور فوج بھیج دی۔ عراق نے حفاظتی کونسل میں جوابی شکایت پیش کر دی

بیروت ۳ جولائی۔ لبنان نے عراق اور کویت کے درمیان مصالحت کرانے کی کوشش شروع کر دی ہے اور اسے جنرل قاسم کی طرف سے اطمینان بخش جواب موصول ہو گیا ہے۔ لبنان کے وزیر اطلاعات نے کل بیروت میں بتایا کہ کویت کا تنازعہ سلجھانے کے لئے لبنان عراق۔ کویت اور سعودی عرب کے درمیان بات چیت ہو رہی ہے۔ اور عراق کے جنرل قاسم نے یقین دلایا ہے کہ کویت پر اپنے دعوے کے سلسلہ میں عراق فوجی کارروائی نہیں کرے گا۔

دریں اثنا سعودی عرب کے وزیر خارجہ نے کویت پر عراق کے دعوے کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا اور کہا ہے کہ سعودی عرب کو یہ اندیشہ تھا کہ اس جھگڑے سے فائدہ اٹھا کر برطانیہ مداخلت کرے گا۔ سعودی عرب کا یہ خدشہ درست ثابت ہو چکا ہے۔ سعودی وزیر خارجہ نے متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر ناصر سے دو ملاقاتیں کیں۔ وہ شاہ سعود کی طرف سے صدر ناصر کے نام ایک خاص پیغام لے کر آئے تھے۔ صدر ناصر سے سعودی وزیر خارجہ کی ملاقات کے موقعہ پر متحدہ عرب جمہوریہ کے کمانڈر انچیف بھی موجود رہے۔ صدر ناصر سے بات چیت کے بعد سعودی وزیر واپس وطن روانہ ہو گئے۔ انہوں نے بتایا کہ شاہ سعود نے عرب جمہوریہ کے صدر ناصر کو جو پیغام بھیجا تھا میں اس کا جواب لے جا رہا ہوں۔ صدر ناصر کے ساتھ اپنی بات چیت کے متعلق ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک ایسے مسئلہ پر بات چیت کی ہے جس سے عرب قوم میں تصادم اور سیاسی جوڑ توڑ کا شکار ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا

حفاظتی کونسل

دریں اثناء حفاظتی کونسل نے کویت کی اس درخواست پر غور شروع کر دیا ہے جس میں اس نے کہا کہ عراق کے دعوے سے کویت کی آزادی کو خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ لہٰذا صورت حال پر غور کرنے کے لئے کونسل کا ہنگامی اجلاس بلایا جائے۔ ادھر عراقی حکومت نے حفاظتی کونسل میں جوابی شکایت پیش کر دی ہے جس میں الزام لگایا گیا ہے کہ برطانیہ نے کویت میں جو مداخلت کی ہے وہ عراق کی آزادی کے لئے صریح خطرہ ہے

ادھر برطانوی فوجوں کی کویت میں آمد کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ رائٹر نے اطلاع دی ہے کہ ۴۲ کمانڈو قسم کے فوج بردار طیارے کل صبح بحرین سے مزید برطانوی فوجوں کو لے کر کویت کے ہوائی اڈے پر اترتے رہے۔ بحرین میں برطانوی وزارت دفاع کے ترجمان نے اعلان کیا ہے کہ برطانوی فوج کو مسلسل کویت بھیجا جا رہا ہے۔ البتہ کویت میں آندھیوں اور ریت کے طوفانوں کے باعث فوجیں بھیجنے میں کچھ دشواری پیش آ رہی ہے۔ لیکن کویت میں برطانوی فوجوں کی قوت میں مسلسل اضافہ کے پروگرام میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی ؛

"اللہ تعالیٰ کی نوکری اور جامعہ احمدیہ"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"سات آٹھ دن ہوئے ہیں بعض بچوں نے جب پرائمری پاس کی۔ تو وہ آپس میں آئندہ پڑھائی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ میں نے اس خیال سے کہ ان کے دل کے ارادہ کا جائزہ لوں ایک چھوٹے بچے کو بلایا اور اس سے پوچھا۔ انگریز کی نوکری اچھی ہے یا خدا تعالیٰ کی؟ وہ کہنے لگا خدا کی۔ میں نے کہا اگر خدا تعالیٰ کی نوکری اچھی ہے تو وہ پھر مدرسہ احمدیہ میں داخل ہونے سے مل سکتی ہے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ مارچ ۱۹۳۶ء از الفضل ۴ اپریل ۱۹۳۶ء)

اس وقت جماعت میں سینکڑوں نوجوانوں نے میٹرک کا امتحان دیا ہے اور نتیجہ نکلنے والا ہے۔ وہ اور ان کے والدین ان کے لئے لائحہ عمل تیار کر رہے ہوں گے۔ یہ وقت ہے کہ احباب جماعت اپنے آقا کی نصیحت پر کان دھریں اور اپنے بچوں کو اللہ تعالیٰ کی نوکری کی راہ دکھائیں جو سب نوکریوں سے بہتر ہے۔ (وکیل التعلیم ربوہ)

ہفتہ وقف جدید

ہفتہ وقف جدید شروع ہو گیا ہے۔ جملہ امراء کرام و صدر صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ وقف جدید کا سارا چندہ وصول فرما کر جلد سے جلد مرکز میں بھجوا دیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

(ناظم مال وقف جدید)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہ کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

— محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب —

نخلہ ۲ جولائی ۱/۲ ۱۰ بجے دن

حضور کی طبیعت کل دن بھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر رہی رات نیند اچھی آگئی۔ اس وقت بھی عام طبیعت بہتر ہے۔

احباب جماعت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی کامل و عاجل شفایابی اور کام والی لمبی زندگی کے لئے خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں ؛

مکرم مولوی نور الحق صاحب انور مشرقی افریقہ جانے کے لئے ربوہ سے روانہ ہو گئے

اہل ربوہ نے نہایت پُرخلوص طور پر الوداع کہا

ربوہ ۳ جون۔ مکرم مولوی نور الحق صاحب انور اعلائے کلمۃ اسلام کی غرض سے مشرقی افریقہ جانے کے لئے مورخہ ۲ جون ۱۹۶۱ء بروز اتوار صبح چناب ایکسپریس سے کراچی روانہ ہو گئے اہل ربوہ نے ریلوے اسٹیشن پر جمع ہو کر آپ کو نہایت پُرخلوص طور پر الوداع کہا۔ احباب نے آپ کو بکثرت پھولوں کے ہار پہنائے۔ گاڑی روانہ ہونے سے قبل مکرم مولانا ابو العطاء صاحب نے اجتماعی دعا کرائی۔ اس طرح احباب نے آپ کو دلی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ آپ ۴ جولائی کو کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز نیروبی روانہ ہوں گے۔

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ آپ بخیریت منزل مقصود پر پہنچیں۔ اور وہاں اسلام کی بیش از بیش خدمات بجا لائیں۔ آمین۔

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: روشن دین تنویر بی اے ایل ایل بی

ملفوظات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ہم عربی زبان کو کیوں اُم الالسنہ قرار دیتے ہیں

فرمودہ ۲۱ فروری سنہ ۱۹۴۷ء بعد نماز مغرب بمقام قادیان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے یہ غیر مطبوعہ ملفوظات ہیں جنہیں صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

مجلس ارشاد کے انتظام کے ماتحت ۲۱ فروری کو مسجد مبارک میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صدارت میں مکرم حافظ مبارک احمد صاحب استاد جامعہ احمدیہ کی عربی زبان میں تقریر ہوئی جب حافظ صاحب تقریر کر چکے تو سامعین کو سوالات کا موقع دیا گیا۔ اس پر مختلف دوستوں نے سوالات کئے جن کے حافظ صاحب نے جوابات دیئے۔ اس کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

چونکہ میری طبیعت خراب ہے اس لئے میں زیادہ دیر نہیں بیٹھ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں اگر اسی طرح

تقاریر کا سلسلہ

جاری رہا تو لوگوں کو تقریریں کرنے اور سوالات کا جواب دینے کی مشق ہو جائے گی لیکن ایک بات جو میں نے اس تقریر سے خاص طور پر نوٹ کی ہے وہ یہ ہے کہ جتنے سوالات کئے گئے ہیں ان کا اصل مضمون سے کوئی تعلق نہیں تھا اس لئے میرے نزدیک بجائے ان کا جواب دینے کے صرف یہ کہدینا کافی تھا کہ ان سوالوں کا میرے مضمون سے کوئی تعلق نہیں لیکن حافظ صاحب نے ان سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کی ہے اور جوابات پہلے سے زیادہ مشتبہ ہو گئے ہیں۔

اصل سوال یہ تھا

کہ کیف نتعلم العربیۃ ہم عربی زبان کس طرح سیکھیں۔ دراصل ہر زبان کے متعلق مختلف قسم کے سوالات انسانی قلب میں پیدا ہوتے ہیں مثلاً ایک سوال یہ ہے کہ میں کتنا پڑھوں دوسرا یہ کہ کس طرح پڑھوں اور تیسرا یہ کہ کس ذریعے سے پڑھوں۔ یہ تینوں الگ الگ سوال ہیں بعض کیفیت کے متعلق ہیں کہ اس علم کی کیفیت کیا ہے بعض کمیت پر دلالت کرتے ہیں کہ انسان کم از کم کتنا پڑھے کہ وہ زبان میں مہارت حاصل کرلے اور بعض وقت کے متعلق ہو سکتے ہیں کہ کب تک پڑھوں۔ اسی طرح عربی زبان میں کہنے والا کہے گا۔ متیٰ اقرءُ کیف اقرءُ۔ کم اقرءُ پس چونکہ

یہ الگ الگ سوالات ہیں

اس لئے ان کے جوابات بھی الگ الگ ہیں جب پوچھنے والا پوچھتا ہے کہ میں کتنا پڑھوں تو ہم اسے کہیں گے سپارہ سپارہ یا دو صفحے یا چار صفحے روزانہ پڑھ لیا کرو جب وہ یہ پوچھتا ہے کہ میں کن ذرائع سے پڑھوں تو اس وقت جواب یہ ہو گا کہ ان ان ذرائع سے پڑھو۔ استاد مقرر کرو اور شوق کے ساتھ باقاعدہ پڑھتے رہو اور جب وہ کہے کہ کس طرح پڑھوں تو ہمارا جواب یہ ہونا چاہیئے کہ اس طرح پڑھو۔ بہرحال جہاں تک اس سوال کے جواب کا تعلق تھا۔ حافظ صاحب نے اس کا بہت کم جواب دیا ہے ان کا مضمون زیادہ تر عربی پڑھنے کے فوائد کے متعلق تھا مجھے ان کے جوابات سن کر

فارابی کا قصہ

یاد آگیا۔ فارابی جو ایک بھاری ادیب اور فلسفی گزرا ہے۔ ایک دن وہ بازار میں سے گزر رہا تھا کہ اس نے ایک چھوٹے سے لڑکے کو دیکھا جو بازار میں چھابڑی اٹھائے حلوا بیچ رہا تھا۔ انہوں نے اس سے سوال کیا کہ کیف تبیع الحلوا تو حلوا کس طرح بیچتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ رطلاً بدرھم۔ ایک درہم کا آدھ سیر بیچتا ہوں۔ اس لڑکے کا جواب سُن کر انہوں نے اس کے گلے میں پٹکہ ڈال لیا۔ اور اسے

اپنے ساتھ کھینچنے لگے

اور زور زور سے چلانا شروع کر دیا کہ اے شہر کے لوگو۔ تمہیں کیا ہو گیا۔ کیا اب

تم میں کوئی عربی جاننے والا نہیں رہا

میں نے اس لڑکے سے پوچھا ہے کہ تو کس طرح حلوا بیچتا ہے اور میرا مطلب یہ تھا کہ گلی کوچوں میں پھر کر یا ایک جگہ بیٹھ کر اور یہ مجھے جواب دیتا ہے کہ میں ایک درہم کا آدھ سیر دیتا ہوں۔ آخر بچے نے رونا شروع کر دیا۔ لوگوں نے انہیں کہا کہ آپ عالم آدمی ہیں۔ یہ بچہ بیچارہ جاہل ہے۔ آپ کیوں اس کا گلہ گھونٹ رہے ہیں وہ کہنے لگے بچے کے گلہ گھونٹنے پر تو تمہیں رحم آتا ہے۔ لیکن عربی زبان کا گلہ گھونٹا جا رہا ہے اور اس پر تمہیں رحم نہیں آتا۔

فارابی بہت بڑے عالم تھے

کسی کو جرأت بھی نہ ہوتی تھی کہ آگے بڑھ کر ان سے بچے کو چھڑائے آخر سپرنٹنڈنٹ پولیس آگیا اور اس نے دیکھا کہ ان کے خلاف ہونے سے تو کام نہیں بنے گا۔ کہنے لگا جناب اس لڑکے نے سخت نالائقی کی ہے اور اس نے واقعی عربی کا ستیاناس کیا ہے لائیے اسے میرے حوالے کیجئے میں اسے سزا دوں گا۔ اس نے ہتھکڑی لگا کر فارابی سے اس بچے کو لے لیا۔ اور کہیں ایک طرف لے جا کر اسے چھوڑ دیا۔

مجھے خیال آرہا تھا

کہ اگر آج فارابی ہوتا تو وہ حافظ صاحب کا گلہ پکڑ لیتا کہ سوال تو یہ کیا گیا تھا۔

پُرانی زندگی پھینکو۔ نئی لو

ذرا زندوں کی صورت تم بھی جی لو
پُرانی زندگی پھینکو۔ نئی لو
تم اس کے ماس کو نوچو گی کب تک
سُنو اے مردہ مِلّت کی چیلو
نظر آنے لگا ہے اب تو پنجر
مسائل کی نہ اتنی کھال چھیلو
پیو مت خانقاہ میں بیٹھ کر بھنگ
شرابِ میکدہ کا گھونٹ پی لو
اُبل نکلا ہے چشمہ پھر بقا کا
تمہارے سایوں میں ربوہ کے ٹیلو
دیا اُکھلی میں سر موسل کا کیا ڈر
پڑی ہے جو اسے تنویر جھیلو

کہ کیف نتعلم العربیہ اور جواب میں عربی زبان کے فوائد بیان کئے جارہے ہیں، بہرحال لوگوں نے سوال کئے۔ اور حافظ صاحب نے ان کے جواب دیئے لیکن میرے نزدیک قرآن کریم کے پڑھنے یا نہ پڑھنے کے سوال کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اور نہ اس کا موضوع کے ساتھ کوئی تعلق تھا۔ اصل سوال یہ ہے کہ

ہم عربی کس طرح پڑھیں

یہ سوال نہیں کہ ہم قرآن کریم کس طرح پڑھیں۔ جس طرح کوئی شخص سوال کرے کہ میں جرمن یا فرانسیسی یا اٹلین زبان سیکھنا چاہتا ہوں۔ بتائیے کہ کس طرح سیکھوں۔ اسی طرح کا یہ سوال تھا۔ قرآن کریم اور حدیث کی بحث کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ اور نہ ہی اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت تھی کہ عربی پڑھنے کے کیا کیا فوائد ہیں۔ کیونکہ فوائد کو تو ہم پہلے ہی مان چکے ہیں تبھی تو ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ

عربی پڑھنی چاہیئے

لیکن یہ چیز باقی رہ گئی تھی کہ کس طرح پڑھیں۔ اور اس کے سیکھنے کے طریق کیا ہیں؟ پس اس کا جواب دینا چاہیئے تھا۔ قرآن کریم اور حدیث کا اس سوال سے کوئی تعلق نہ تھا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ عربی زبان کا ام الالسنہ ہونا اس وجہ سے نہیں کہ قرآن کریم اس زبان میں نازل ہوا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اگر قرآن کریم فرانسیسی یا انگریزی یا اردو زبان میں نازل ہوتا۔ تو ہم اس زبان کو بھی ضرور سیکھتے۔ مگر ہم ان کو ام الالسنہ نہیں کہہ سکتے تھے۔ کیونکہ

ام الالسنہ وہی ہوسکتی ہے

جو مواد کے لحاظ سے ماں ہونے کی حیثیت رکھتی ہو۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ یہ سوال ہی عبث ہے کہ اگر قرآن کریم کسی دوسری زبان میں نازل ہوتا تو کیا وہ ام الالسنہ ہوسکتی تھی۔ بات یہ ہے کہ قرآن کریم کسی ایسی زبان میں نازل ہی نہیں ہوسکتا تھا۔ جس میں اس کے مطالب واضح نہ ہوسکیں۔ جب وہ زبانیں قرآن کریم کے مطالب اور معانی کی حامل ہی نہیں ہوسکتی تھیں۔ تو پھر ان میں قرآن کریم کس طرح نازل ہوسکتا تھا۔ اسی طرح اس سوال کا یہ جواب بھی صحیح نہیں کہ اگر قرآن کریم انگریزی زبان میں نازل ہوتا تو انگریزی ام الالسنہ کہلاتی۔ عربی زبان ام الالسنہ محض اس لئے نہیں کہ اس میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ بلکہ عربی اس لئے ام الالسنہ ہے کہ وہ ابتدائے آفرینش سے ہے۔ جس وقت انسان نے کلام کرنا سیکھا۔ اور اس نے تکلم کی صفت سے کام لیا۔ اس وقت اس نے عربی میں کلام کیا۔

یہ ہمارا دعویٰ ہے

اور ہمارا دعویٰ بلادلیل نہیں بلکہ ہم اس کے بہت سے دلائل اپنے پاس رکھتے ہیں ہندو کہتے ہیں کہ سنسکرت ابتدائی زبان ہے اس لئے وہ ام الالسنہ ہے۔ یورپین کہتے ہیں۔ کہ لاطینی ابتدائی زبان ہے۔ اس لئے وہ ام الالسنہ ہے۔ اور درحقیقت جس طرح ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم عربی کو ام الالسنہ کہیں۔ اسی طرح دوسروں کو بھی حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ اپنے خیال کے مطابق کسی دوسری زبان کو ام الالسنہ کہیں لیکن دوسرے لوگوں کے پاس اپنے اس دعوے کی کوئی

ٹھوس دلیل

نہیں۔ اور ہمارے پاس ٹھوس دلائل ہیں۔

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عربی زبان اُم الالسنہ ہے

"لغت عرب بھی عجیب چیز ہے رباط کا لفظ جو آیہ مذکورہ میں آیا ہے۔ جہاں دنیاوی جنگ وجدل اور فنونِ جنگ کی فلاسفی پر مشتمل ہے وہاں روحانی طور پر اندرونی جنگ اور مجاہدۂ نفس کی حقیقت اور خوبی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ یہ ایک عجیب سلسلہ ہے۔ اسی لئے عربی زبان اُم الالسنہ ہے۔ اس سے وہ کام نکلتے ہیں جو دوسری زبان سے ممکن نہیں اور انشاءاللہ یہ معارف نہایت وضاحت اور لطافت سے کتاب منن الرحمٰن کے ذریعہ سے ظاہر ہوں گے۔ جو مَیں نے آجکل عربی زبان کی فضیلت اور اس کو اُم الالسنہ ثابت کرنے کے بارے میں شروع کی ہے۔ معلوم ہوجائیگا۔ کہ یورپین لوگوں کی تحقیقاتیں بالکل نکمّی اور ادھوری ہیں۔ اور ان کو بھی پتہ لگ جائیگا کہ زبانوں کی گم گشتہ ماں یہی اس زمانہ ہی میں جہاں اور گمشدہ دینی صداقتیں مل گئی ہیں مل گئی ہے اور وہ عربی ہی ہے۔ الغرض عربی زبان کی لغت جسمانی سلسلہ میں روحانی سلسلہ بھی دکھلاتی جاتی ہے۔ اس لئے کہ جسمانی امور اور جسمانی باتیں خارجی طور پر ہمارے مشاہدہ میں آتی ہیں۔ اور ہم ان کی ماہیت نہایت سہولت اور آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ پس ان پر قیاس کرکے روحانی سلسلہ اور روحانی امور کی فلاسفی سمجھ میں آنی مشکل نہیں ہوتی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور برکت ہے جو اس نے اس تاریکی اور ضلالت کے زمانہ میں معرفت کا نور آسمان سے اتارا۔ تاکہ بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھلائے۔ اور ایسا طریق اور پیرایہ ظاہر کیا جواب تک راز کے طور پر تھا۔ یہ گویا یہی لغت عرب کی فلاسفی اور ماہیت سے استدلال مبارک ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے فضل کی قدر کرتے۔ اور اس کے لینے کو تیار ہوجاتے ہیں۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول ص۵)

ایک جرمن مستشرق کے تاثرات

دورِ اوّل کا اسلامی نظامِ تعلیم

شیخ خورشید احمد

(۲)

طریقہ تعلیم

ڈاکٹر ڈی مینے برگ اپنی کتاب اسلامی نظام تعلیم میں لکھتے ہیں:

"لیکچروں کے درمیان وقفہ کے متعلق کوئی خاص قاعدہ یا ٹائم ٹیبل نہ ہوتا تھا۔ ہر استاد اپنی مرضی سے ضرورت کے مطابق اپنے درس کا وقت مقرر کرتا۔ بعض استاد ہر روز لیکچر دیتے۔ بعض ہفتہ میں صرف ایک بار .... لیکچر جب مسجد میں ہوتے تو نمازوں کے اوقات میں بند کر دیے جاتے۔ موسمی تعطیلات کا دستور نہ تھا ..... بحثہ کار بہ ذخیروں کو کتابیں عموماً حفظ ہوتی تھیں۔ لیکچر اکثر لکھا دیئے جاتے تھے اس امر کا خاص التزام ہوتا تھا کہ متعلمین جلد جلد لیکچرز کے نوٹ لکھ لیں۔ نیشاپور میں سلوکی کے لیکچر ہال میں پانچ سو دواتیں ہر وقت تیار رہتی تھیں۔ اگر کوئی طالب علم لکھنے میں کوتاہی کرے تو اس کو زجر و توبیخ بھی ہوتی تھی ..... استاد صرف لیکچر دینے پر اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ اس امر کا بھی خیال رکھتے تھے کہ سبق طلباء کے ذہن نشین ہو جائے۔ اس غرض کے پیش نظر باہم گفت و شنید کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ پہلے استاد طلباء سے سوال کرتا تھا۔ پھر طلباء کو ایک دوسرے پر سوال کرنے کا موقع دیا جاتا تھا .... ابتدائے اسلام میں امام زہری نے جو مسلمانوں کے اولین اساتذہ میں تھے۔ اس بارے میں نمونہ قائم کر کے دکھا دیا کہ کس طرح بحث مباحثہ اور تبادلۂ خیالات کے ذریعہ تعلیم دی جاسکتی ہے۔ حلقے میں آپ ہر ایک لڑکے جوان اور بوڑھے سے سوال کرتے تھے اور کسی کو نہ چھوڑتے تھے۔ پھر اسی پر اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ لوگوں کے گھروں میں جا جا کر ان سے بات چیت کرتے اور علمی مسائل سمجھاتے اور سبق کے مشکل مقامات کو صاف کرتے تھے۔ نووی کی روایت ہے کہ امام انصاریوں کے گھروں میں جاتے۔ بوڑھی عورتوں تک سے سوال پوچھتے تھے۔ تعلیم اور اعادۂ اسباق کے لئے طلباء کے گھروں میں جانا اس وقت نظام تعلیم کا ایک جزو بن گیا تھا۔ جسے عادۃ التعلیم کہتے تھے ....

....

....

کم از کم دسویں صدی سے یہ دستور قائم ہو گیا تھا کہ ہر ایک استاد کے ساتھ ایک ایسا شاگرد رہے۔ جو طلباء کو سبق کے تکرار اور اعادہ میں مدد دیتا ہے۔ عموماً اس خدمت کے لئے حلقہ میں سے ہی کسی کو مقرر کر دیا جاتا تھا۔ تعلیم کا سلسلہ صرف لیکچر ہال تک محدود نہ تھا۔ طلباء استاد کی صحبت میں زیادہ سے رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ بعض طالب علم ازالۂ شکوک کے لئے علی الصبح استاد کا دروازہ جا کھٹکھٹاتے۔ اس پر بھی استاد ناراض نہ ہوتا تھا اس قسم کے طلباء کا نام بعد میں "قطرب" پڑ گیا" (یعنی غول بے آرام) (صفحہ ۳۸ تا صفحہ ۴۶)

اخراجات اور رہائش کا انتظام

ڈاکٹر مینے برگ لکھتے ہیں:-

"ابتدائی عہد میں طلباء کے خورونوش کا انتظام بہت کم ہوتا تھا۔ اپنا خرچ عموماً وہ اپنے گھروں سے لاتے تھے۔ جو لوگ اپنے آپ کو تحصیل علم کے لئے وقف کرتے تھے وہ عموماً صاحب ثروت ہوتے تھے۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ آیا مدارس کے قیام کے ساتھ ہی طلباء کے لئے دارالاقامہ بھی بنا دیئے گئے تھے یا نہیں لیکن ..... تیرھویں صدی (ساتویں صدی ہجری) میں بورڈنگ ہاؤس یقیناً کھل گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب طلباء کے لئے جود و سخا کے دروازے نہایت بلند حوصلگی کے ساتھ کھولے گئے۔ تو ان کے ساتھ ہی استادوں کی تنخواہوں میں بھی معقول اضافہ کیا گیا۔ حتی کہ مغل اور ترک سلاطین نے مساجد کے ساتھ وابستہ علمی درسگاہوں کو گراں مایہ اوقاف سے مالا مال کر دیا۔ دارالاقامت کی حیثیت وہی تھی جو انگلستان کی یونیورسٹیوں میں کالجوں کی ہے مدارس کیا تھے شہد کی مکھیوں کے بڑے بڑے چھتے تھے۔ جن کا یہ کام تھا کہ علم کے گلہائے رنگا رنگ میں دانش و حکمت کا شہد اکٹھا کریں" (صفحہ ۴۷-۴۸)

استادوں کا ادب

"لوگ استادوں کا بہت ادب کرتے تھے۔ ادب سے انہیں سلام کرتے تھے۔ احترام کی خاطر ان کی جلو میں چلتے تھے۔ جب استاد اپنے خچر پر سوار ہونے لگتا تو شاگرد رکاب تھام لیتے تھے۔ استاد کی وفات پر شہر کا شہر ماتم میں شریک ہوتا تھا اور اس کا سب سے عزیز شاگرد اس کی نعش کو غسل دینا اپنے لئے باعث فخر سمجھتا تھا"۔

ثیاب اہل العلم

"ابتدائے اسلام میں ہی علماء اور اساتذہ کے لئے ایک امتیازی لباس قرار دیا گیا۔ چنانچہ ابن خلکان نے ثیاب اہل العلم کا ذکر کیا ہے اس کی ایجاد خلیفہ ہارون الرشید کے دربار کے مشہور قاضی القضاء ابویوسف کی جدت طرازی کا نتیجہ تھا۔ بعد میں اس امتیاز نے اس درجہ ترقی کی کہ مختلف علوم کے فضلا کے لئے جدا جدا لباس قرار پا گئے۔ علماء کا دراز دامن اور کھلا جبہ جس کی آستین بہت فراخ ہوتی تھیں ٹخنوں تک پہنچتا تھا یورپ کی یونیورسٹیوں میں گاؤن پہننے کا رواج اسلامی مدارس ہی سے لیا گیا" (صفحہ ۵۱)

دورِ انحطاط

کتاب کے آخری حصہ میں مصنف نے نہایت افسوس کے ساتھ مسلمانوں کے دورِ انحطاط کا ذکر کیا اور لکھا ہے:-

"افسوس کہ کچھ مدت کے بعد یہ نقشہ یکسر بدل گیا۔ نظام تعلیم کا شیرازہ بکھر گیا۔ علم کے شہد کی مکھیاں نکھٹو بن کر رہ گئیں۔ پندرھویں صدی عیسوی (نویں صدی ہجری) کے بعد اسلامی مدارس کی علمی جد و جہد پر ایک خواب گراں طاری ہوگئی۔ قرون اولیٰ جیسی گہما گہمی قطعاً نہ رہی۔ مسلمانوں نے خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے چنانچہ انہوں نے دارالاقامۃ کے ساکنوں کو ازراہ تحقیر سوختہ یا سوختہ یعنی جلے ہوئے کا لقب دیدیا۔ حالانکہ ابتدائی زمانہ میں یہی لوگ طلباء متلاشی اور علم و حکمت کے مجسّاہد کہلاتے تھے"۔

دو نمایاں خصوصیات

مذکورہ بالا اقتباس نہایت اختصار کے ساتھ منتخب کئے گئے ہیں۔ ورنہ فاضل مصنف نے بڑی تفصیل سے اور دلکش انداز بیان میں اسلامی نظام تعلیم کا نقشہ پیش کیا ہے۔ اس نقشہ میں دو باتیں ہمیں خاص طور پر ممتاز نظر آتی ہیں۔ اول یہ کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے علوم کے سیکھنے میں حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ترقی کی۔ تعلیم کے جس مرحلے پر مسلمان دو تین سو برس میں پہنچ گئے۔ دوسری اقوام اس مرحلہ تک ایک ہزار برس میں بھی نہ پہنچ سکیں۔

دوسری خصوصیت قابل توجہ یہ نظر آتی ہے کہ مسلمانوں نے تحصیل علم کی راہ میں جن مشقتوں اور جانفشانیوں سے کام لیا اور جن جن بلندیوں تک وہ پہنچ گئے وہ سراسر ان کی انفرادی اور شخصی جد و جہد اور شوق کا نتیجہ تھا۔ حکومت کی کوشش کا اس میں بالکل دخل نہ تھا۔ حکومت جب کبھی دخل دیتی ہے وہ درسگاہوں کو اپنے سیاسی مصالح کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کرتی ہے اور یہ چیز صحیح معنوں میں علم و حکمت کی اشاعت میں ایک اہم روک بن جاتی ہے۔ علم کی صحیح رنگ میں ترویج و اشاعت آزادانہ ماحول میں ہی ہو سکتی ہے اور مسلمانوں نے اپنے دور اول میں اس فضا کو قائم رکھنے کا خاص التزام کیا اور اس میں انہیں خاص کامیابی حاصل ہوئی۔

امید کی روشن شعاع

ماضی کے ان شاندار کارناموں کو دیکھ کر طبعاً خیال مسلمانوں کے موجودہ دورِ انحطاط کی طرف چلا جاتا ہے اور ان کارناموں پر فخر محسوس کرنے کے ساتھ ساتھ حسرت و افسوس کی بھی ایک عجیب کیفیت دل میں پیدا ہوتی ہے کہ اتنے شاندار آغاز کا اتنا افسوسناک انجام!! لیکن مایوسی اور افسوس کی یہ کیفیت پیدا ہوتے ہی امید کی ایک روشن شعاع بھی ساتھ ہی نظر آنے لگتی ہے۔ یہ شعاع احمدیت کی شعاع ہے۔ جس کے ذریعے اسلام کو حیات تازہ ملنا ازل سے مقدر ہے جو قلوب احمدیت کے حصار عافیت میں داخل ہو کر سوچتے اور غور کرتے ہیں۔ ان کی امیدیں یقیناً تازہ ان کے ولولے سرگرم اور ان کی قوت عمل زندہ ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اس پختہ یقین اور محکم ایمان سے لبریز ہوتے ہیں کہ انشاء اللہ جلد وہ دن آنے والا ہے جبکہ اسلام کے ذریعہ پھر علوم حکمت کی اشاعت ہوگی۔ اور اسے پھر پہلا بلند اور ممتاز مقام حاصل ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ؎

ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے

کامیابی

امسال پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری سائنس کی ڈپلومہ کلاس میں دو احمدی طالبعلم شامل ہوئے تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے دونوں کامیاب ہوئے ہیں۔ عبدالسمیع صاحب ابن محترم مولوی عبدالغفور صاحب مرحوم اوّل اور چوہدری محمد صدیق صاحب انچارج خلافت لائبریری ربوہ کلاس میں چوتھے نمبر پر کامیاب ہوئے ہیں۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ کامیابی مبارک کرے آمین :

قطبین کے قریب کے علاقوں میں عبادت کے اوقات

از مکرم مولوی محمد صادق صاحب فاضل مبلغ ملایا

(۲)

۔۔ ہی یہ قرار دا دو کہ غیر معمولی علاقوں میں رہنے والے لوگ ام القریٰ کے اوقات کا لحاظ کرلیں اور اس کے مطابق روزے رکھیں سوال یہ ہے کہ کیوں مکہ کے اوقات کو معیار بنایا جائے کیا قرآن کریم میں اس کا حکم درج ہے۔ ہرگز نہیں! پھر کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ ہرگز نہیں! پھر یہ رائے حدیث صحیح کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود مدینہ کو جہاں آپ تشریف فرما تھے معیار مقرر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ فرمایا ہر ایک علاقہ اپنے حالات کے مطابق روزہ رکھا کرے۔ چنانچہ حضرت کریب۔ حضرت معاویہ اور حضرت ابن عباس والی روایت جو مسلم کی کتاب الصیام میں درج ہے اس پر شاہد ناطق ہے۔ اس حدیث پر عنوان یہ دیا گیا ہے۔ ان لکل بلد رؤیتھم وانھم اذا رأوا الھلال ببلد لا یثبت حکمہ لما بعد عنھم" کہ ہر ایک علاقہ کے باشندے اپنی رؤیت کے مطابق روزے رکھیں اور جب کسی علاقہ کے لوگ چاند دیکھیں تو اس کی وجہ سے دور کے ملکوں میں روزہ رکھنے کا حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔

پس جیسے مدینہ کو دوسرے ممالک کے لئے معیار نہیں بنایا جا سکتا۔ اسی طرح مکہ مکرمہ کو بھی معیار نہیں بنایا جا سکتا۔ اس لئے اگر کسی علاقہ میں رؤیت ہلال ممکن ہی نہیں تو یقیناً اس علاقہ کے لوگ ماہ رمضان اور اس کی حدود سے واقف نہیں ہو سکیں گے اس لئے ان پر روزہ بھی فرض نہیں ہوگا۔ خدا تعالےٰ خود فرماتا ہے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ پس جب کسی علاقہ کے لوگ ماہ رمضان کی تعیین ہی نہیں کر سکتے تو وہ روزہ کیسے رکھ سکیں گے

علماء خلف میں سے امام عبدالوہاب شعرانی نے نماز کے متعلق تصریح کی ہے کہ چونکہ کئی کئی ماہ تک پانچ اوقات کا تعیین نہ ہو سکے وہاں باشندوں پر ضروری نہیں کہ وہ ہماری طرح پانچ نمازیں اندازے سے ادا کیا کریں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"سبب طول ایام الدجال تکاثر الغیوم واتصالھا لیلاً ونھاراً حتی ان الشمس اذا طلعت من المشرق لا تظھر الا بعد سنۃٍ او شھر او جمعۃ ولیس المراد ان الشمس اذا طلعت من المشرق لا تغرب الا بعد سنۃٍ مثلاً ولو کان المراد ذالک لم یلزم منافی ذالک۔ الیوم الذی کسنۃٍ غیر خمس صلوات واللہ اعلم"

یعنی دجال کے زمانہ میں دنوں کے لمبا ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ سال کا اکثر حصہ بادل چھائے رہیں گے۔ اور لمبے لمبے وقفہ کے بعد سورج نظروں سے اوجھل رہے گا۔ یہ مراد نہیں کہ سورج مشرق سے نکلنے کے بعد مثلاً سال بھر تک غروب ہی نہیں ہوگا اور اگر ایسا ہو تو پھر ہمیں سال بھر کے ایسے طویل دن میں صرف پانچ نمازیں کافی ہوں گی۔

(کشف الغمہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۰ مصری)

جغرافی مشکلات

اب جغرافی لحاظ سے ہم اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ اب مختلف فیہ نہیں۔ کہ زمین گول ہے۔ اور یہ کہ وہ چکر کھاتی ہے۔

اس کے چکر دو قسم کے ہیں۔ اس کا ایک چکر تو اس کے اپنے محور کے ارد گرد ہوتا ہے جسے وہ چوبیس ۲۴ گھنٹے میں پورا کرتی ہے۔ اس کا دوسرا چکر سورج کے ارد گرد ہوتا ہے جسے وہ سال میں پورا کرتی ہے۔ رات دن کا چھوٹا اور لمبا ہونا اس دوسرے چکر سے تعلق رکھتا ہے۔

علم جغرافیہ کی رو سے ۲۱ مارچ اور ۲۳ ستمبر کی دو تاریخیں ایسی ہیں جنہیں تمام دنیا پر رات اور دن برابر ہوتے ہیں۔ ان کے سوا باقی تاریخوں میں اگر راتیں لمبی ہوں تو دن چھوٹے اور اگر دن لمبے ہوں تو راتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ جو علاقے خط الاستوا پر یا اس کے ارد گرد قریب ہی واقع ہیں انہیں ۲۱ جون کا دن سب سے لمبا ہوتا ہے اور رات سب سے چھوٹی۔ اس کے برعکس ۲۲ دسمبر کا دن سب سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اور رات سب سے لمبی لیکن وہ علاقے جو خط الاستواء سے شمال میں ½۶۶ اور ۹۰ ڈگریوں کے درمیان واقع ہیں۔ ان میں رات اور دن کا ایسا تغیر ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کے عوام اسکا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ وہ یوں کہ ۲۱ مئی کو وہ تمام علاقے رات کے احاطہ سے نکل جاتے ہیں اور ۲۳ جولائی تک متواتر ان پر سورج چمکتا رہتا ہے گویا یہ دو ماہ کا عرصہ ان کا ایک دن ہوتا ہے۔ کیونکہ ان دو ماہ میں رات کا اندھیرا انہیں قطعاً دکھائی نہیں دیتا اس کے برعکس ۲۲ نومبر سے لیکر ۲۰ جنوری تک وہ علاقے سورج کی روشنی سے محروم ہوتے ہیں اور ان پورے دو ماہ میں ان پر رات چھائی رہتی ہے گویا یہ دو ماہ کا عرصہ ان کی ایک رات ہوتی ہے۔

یہ کیفیت ان علاقوں کی ہے جو خط الاستواء سے شمال میں ½۶۶ سے لیکر ۹۰ ڈگری کے درمیان واقع ہیں اور انہیں آرٹیک سرکل (Arctic circle) کا علاقہ کہا جاتا ہے۔ اسی علاقے میں گرین لینڈ، سپیٹس برگن، نارتھ ایسٹ لینڈ، الیگزنڈرا لینڈ گاراہم بل کے جزائر، ناروے کا شمالی حصہ، نوویا زیمیا یا ما، کوم سوسولیٹس کے جزائر، اکتوبر دبر ولیوشنی جزائر، نیو سائبیری جزائر، الاسکا کا شمالی حصہ بنگس جزائر، وکٹوریہ جزائر بافین جزائر وغیرہ واقع ہیں۔

یہی حال ان علاقوں کا ہے جو ½۶۶ سے ۹۰ ڈگری تک جنوب میں واقع ہیں۔ لیکن صرف ایک فرق ہے وہ یہ کہ جب شمالی آرٹیک سرکل کے علاقوں میں دن ہوگا تو جنوبی آرٹیک سرکل کے علاقوں پر رات چھائی ہوگی اور جب شمالی آرٹیک سرکل کے علاقوں پر رات کا وقت ہوگا تو جنوبی آرٹیک سرکل کے علاقوں میں دن ہوگا۔

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ میں نے جو اوپر لکھا ہے کہ شمالی آرٹیک سرکل میں رجو ½۶۶ ڈگری سے ۹۰ ڈگری تک ہے، ۲۲ نومبر سے لیکر ۲۰ جنوری تک رات ہی رات رہتی ہے۔ اور ۲۱ مئی سے لیکر ۲۳ جولائی تک دن ہی دن رہتا ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سب علاقوں میں رات یا دن کی لمبائی صرف دو دو ماہ کی ہوتی ہے۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ آرٹیک سرکل کے تمام علاقے ۲۲ نومبر سے ۲۰ جنوری تک رات کی لپیٹ میں ہوتے ہیں اسی طرح آرٹیک سرکل کے تمام علاقے ۲۱ مئی سے لیکر ۲۳ جولائی تک سورج کی روشنی سے محفوظ ہو رہے ہوتے ہیں ورنہ جو علاقے ۹۰ ڈگری پر واقع ہیں ان پر تو ستمبر سے ہی رات کا حملہ شروع ہو جاتا ہے اور ۲۳ اکتوبر تک ۷۷ ڈگری تک رات چھا جاتی ہے اور آہستہ آہستہ ۲۲ نومبر تک ½۶۶ ڈگری تک کے سارے علاقے پر چھا چکی ہوتی ہے اور پھر ۲۲ نومبر سے ۲۰ جنوری تک ان علاقوں میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے اس کے بعد ۲۱ جنوری سے ان علاقوں پر روشنی کی ضیاء پاشی شروع ہوتی ہے اور ۱۹ فروری تک اندھیرے کو ۷۷ ڈگری تک واپس دھکیل دیتی ہے اور ۲۱ مارچ کو سورج کی روشنی ۹۰ ڈگری کی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ جتنا کوئی علاقہ قطب شمالی کے قریب ہوگا اتنی ہی رات اور دن وہاں لمبے ہوتے جائیں گے چنانچہ ۷۰ ڈگری کا ایک دن ہمارے ۶۵ دن کے برابر ہوگا اور ۸۰ ڈگری کا ایک دن ہمارے ۱۳۴ دن کے برابر ہوگا۔

پھر ان علاقوں میں اندھیرا اور رات ہونے سے یہ مراد نہیں کہ وہاں قطعاً روشنی نہیں ہوتی رات کے ہوتے ہوئے وہاں ایک قسم کی روشنی رہتی ہے۔ جسے اورورا (Aurora) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لیکن اس روشنی کو صبح صادق یا صبح کاذب کسی کا بھی حکم نہیں دیا جا سکتا۔

اب خاکسار کا سوال واضح ہے۔ وہ یہ کہ ان علاقوں میں جہاں دن ہمارے کئی کئی ماہ کے برابر ہوتا ہے۔ اور چاند کا طلوع اس طرح باقاعدہ نہیں ہوتا جیسے ہمارے ان علاقوں میں ہوتا ہے۔ وہاں روزہ کیسے شروع کیا جائے اور کیسے افطار کیا جائے کیونکہ حکم یہ ہے کہ روزہ ماہ رمضان میں رکھا جائے اور وہاں ماہ رمضان ہے ہی نہیں اسطرح طلوع فجر اور غروب شمس کی حدیں بھی معدوم ہوتی ہیں اگر ان ممالک کے باشندوں کو یہ علم ہو بھی جائے کہ خط الاستواء یا اس کے قریبی علاقوں میں ماہ رمضان کا چاند دکھائی دے چکا ہے تو پھر ان کے لئے امساک اور افطار کے اوقات کی تعیین کیسے کی جائے گی یہ بھی نہیں کہ بہار و خزاں یہاں معمول کے مطابق ہوں کیونکہ آرٹیک سرکل کے علاقوں میں موسم بہار و خزاں اس طرح ہرگز نہیں آتے جس طرح ہمارے یہاں آتے ہیں پس ان کے لئے روزہ رکھنے کا کوئی بھی موقع نہیں۔ رہی یہ تجویز کہ سورج کی بجائے گھڑی استعمال کر لی جائے۔ میرے خیال میں عبادات کے لئے سورج کی جگہ گھڑی استعمال کرنے کا حکم شریعت میں کبھی بھی نہیں پایا جاتا۔ جب ہم کہتے ہیں کہ وضوء کے لئے پانی نہ ملے تو تیمم کر لینا چاہئے اور جب ہم کہتے ہیں کہ انسان کو حلال کھانا نہ ملے اور اس کی جان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اسے حرام کھانا کھا لینا بھی جائز ہے تو یہ صرف اس لئے کہتے ہیں کہ وضوء کی جگہ خدا تعالےٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کو جائز قرار دیا ہے اور حلال کھانے کی بجائے حرام کھانا کھا لینے کی رخصت فرمائی ہے لیکن از خود ہمیں ہرگز اجازت نہیں کہ ایک حکم کی بجائے دوسرا حکم ایجاد کرلیں عبادات میں تو ہرگز ہرگز کسی ایجاد کی کھپت کی گنجائش نہیں۔

ایک اور سوال اٹھایا گیا ہے کہ اگر کوئی ایسا علاقہ ہو جہاں زوال کا وقت نہ ہو یا غسق اللیل یا فجر کا وقت نہ ہو تو وہ کیا کریں۔ اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ پانچ نمازیں اسلام کا رکن ہیں۔ اور ان کا حکم کسی حال میں ساقط نہیں ہو سکتا ہاں ایسے حالات میں وقت کی تعیین باقی نہیں رہیگی چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ واللہ یقدر اللیل والنھار علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرءوا ما تیسر من القرآن (مزمل)

(باقی صفحہ ۷ پر)

وصولی چندہ وقفِ جدید سال چہارم

مندرجہ ذیل احباب کرام کی طرف سے چندہ وصول ہو چکا ہے جزاھم اللہ احسن الجزاء۔
(ناظم مال وقف جدید)

ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب ننکانہ صاحب ۲۵-۴
اہلیہ و بچگان " " ۱۹-۶
ماسٹر اللہ داد خان صاحب " ۲۵-۶
ملک ریاض احمد صاحب لائلپور ۵۰-۶
اہلیہ صاحبہ شیخ رشید احمد ظفر " ۰-۲۴
رانا منظور احمد صاحب " ۲۵-۳
سعید احمد خان صاحب " ۰-۷
چوہدری سلطان محمد صاحب ولد علی محمد صاحب چک ۳۹ D-B سرگودھا ۲۵-۱۲
سردار محمد صاحب ولد مہر دولا بخش صاحب " ۰-۶
احمد ابراہیم صاحب " ۰-۶
چوہدری حسین محمد صاحب " ۲۵-۶
لال دین صاحب پرسیان " ۱۲-۲
سلطان احمد صاحب " ۱۲-۶
چوہدری علی محمد صاحب " ۵۰-۶
سلطان محمد صاحب " ۰-۶
مولوی برکت علی صاحب داد سندہ ۰-۶
محترمہ اہلیہ صاحبہ نذیر احمد صاحب سنگی ضلع جھنگ ۰-۶
چوہدری عبدالستار صاحب " ۰-۶
محمد انیس الرحمن صاحب پلیڈر بھیت پور مشرقی پاکستان ۰-۴
صوفی غلام محمد صاحب گوگیرہ منٹگمری ۱۹-۶
مولوی بدر الدین صاحب انسپکٹر ڈاکخانہ بدین -۴

عبدالغنی صاحب معرفت حکیم نظام الدین صاحب شاہدرہ ۰-۶
شیخ بشیر احمد صاحب مصری شاہ لاہور ۰-۶
مکرم کرنل اقبال احمد صاحب ملتان ۰-۲۰
محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ بیگم اول رئیس غر علی صاحب - ملتان ۵۰-۱۷
محمد اعظم صاحب ایبٹ آباد (بلا تفصیل) ۰-۴
نذیر احمد خان صاحب منٹگمری ۲۵-۴
ناصر احمد صاحب چک ۲/TDA سرگودھا (بلا تفصیل) ۴-۵
ماسٹر غلام محمد صاحب اختر نیاز نگر منٹگمری ۵۰-۵
مستری فضل کریم صاحب محمد نگر لاہور ۰-۶
ملک فضل کریم صاحب " ۰-۷
چوہدری احمد الدین صاحب خانیوال ۱۲-۶
" عبدالغنی صاحب " ۱۲-۶
" ماسٹر لطیف احمد صاحب " ۱۲-۶
" بدر الدین صاحب " ۰-۶
حکیم انوار حسین صاحب " ۵۰-۶
" محمود احمد صاحب " ۵۰-۶
" ضیاء الحسن صاحب " ۵۰-۶
میاں محمد عبداللہ صاحب " ۵۰-۶
چوہدری محمد عبداللہ صاحب " ۵۰-۶
شیخ عبدالغفور صاحب " ۵۰-۷

۱۔ شمالی نائیجریا میں ملازمت کے مواقع

مجسٹریٹس، کراؤن کونسلز، ٹیکنیکل ٹیچرس، لیڈی ٹیچرس کی ضرورت۔ خالی اسامیوں کا رجسٹر ڈیپٹی نیشنل کلیرنگ ہاؤس ڈائریکٹر جنرل آف مین پاور و ایمپلائمنٹ بلاک ۱۹ فریدی روڈ کراچی میں۔ خواہشمند احباب ڈائرکٹر جنرل موصوف سے خط و کتابت کریں (پ ٹ ۲۶/۶/۶۱)

۲۔ داخلہ ایگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ ڈھاکہ

سہ سالہ کورس برائے ڈگری بی ایگ۔ شرائط انٹر سائنس (فزکس کیمسٹری) بیالوجی یا باٹنی انٹر ایگریکلچر۔ پراسپکٹس پرنسپل سے طلب ہو۔ درخواستیں مجوزہ فارم پر بشمول نقول سندات رجسٹرار ڈھاکہ یونیورسٹیوں کے نتائج نکلنے کے بعد ایک ماہ کے عرصہ تک۔
(پ ٹ ۲۸/۶/۶۱) (ناظر تعلیم۔ ربوہ)

خدام الاحمدیہ سے

ہر سچے خادم کا ایک مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اشاعت اسلام میں ہمیشہ کمربستہ رہے۔ اخبار الفضل کی توسیع اشاعت بھی اشاعت اسلام کا ایک ضروری حصہ ہے اس لئے تمام ایسے دوستوں کو اخبار الفضل خریدنے کی تحریک کرتے رہیں جو صاحب استطاعت ہونے کے باوجود الفضل خرید کر نہیں پڑھتے۔
(مینجر الفضل)

مکرم حکیم عبدالرحیم صاحب درویش مرحوم

از مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ قادیان

جیسا کہ یہ اطلاع الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ مکرم حکیم عبدالرحیم صاحب درویش لمبی بیماری کے بعد وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک لمبے عرصہ سے مختلف عوارض سے بیمار رہے تھے۔ پہلے ہچکی کی بیماری ہوئی۔ امرتسر میں علاج کروایا گیا اور بفضلہ تعالیٰ شفایاب ہو گئے۔ اس کے بعد بازو اور ہاتھ پر فالج کا حملہ ہوا لیکن کافی عرصہ تک باوجود بیماری کے چلتے پھرتے رہے اور مسجد میں پنجوقتہ نماز کے لئے آتے رہے۔ بعد ازاں جب لاہور گئے ہوئے تھے تو ان پر فالج کا دوبارہ حملہ ہوا اور وہ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گئے۔ اور لاہور سے واپسی پر جو ستمبر ۱۹۶۰ء کو ہوئی صاحب فراش ہو گئے بیماری کی حالت کو مرحوم نے نہایت صبر اور راضی برضاء الٰہی ہوتے کی حالت میں گذارا۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے مہمانخانہ کے صحن میں نماز جنازہ پڑھائی اور مرحوم حسب وصیت بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں ان کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ اور جو تکالیف اور آلام ان کو اس دنیا میں پہنچے ہیں وہ انعام کی شکل میں اگلے جہاں میں ان کو ملیں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ حکیم صاحب مرحوم نے دور درویشی میں اکثر طبابت کے پیشہ سے اپنا گذارا خود پیدا کیا اور سلسلہ پر بار ڈالنا پسند نہ کیا۔ بعد میں بیماری اور معذوری کی وجہ سے طبیہ ذکر سکے۔ لیکن عام غیر مسلموں پر ان کے اخلاق کا اچھا اثر تھا۔ چنانچہ ان کی وفات پر بہت سے غیر مسلم (عورتیں اور مرد) اظہار تعزیت کے لئے آئے۔

الدال علی الخیر کفاعلہ

تحریک جدید سے تعاون کرنیوالوں کیلئے خوشخبری

ہمارے محبوب امام ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"میں ان کارکنوں کو بھی جنہوں نے تحریک جدید کے کام کو اپنے ذمہ لیا ہوا ہے توجہ دلاتا ہوں کہ ان کو خدا تعالیٰ نے بہت بڑے ثواب کا موقعہ دیا ہے کہ وہ بھی بیدار ہوں اور اپنے مقام کی عظمت کو سمجھیں ۔۔۔ انہیں صرف اپنے چندہ کا ہی ثواب نہیں ملتا بلکہ دوسروں کے چندے وصول کرنے کا بھی ثواب ملتا ہے۔"

اس ارشاد کے پیش نظر ہم ہر مخلص احمدی سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ دوہری چندہ ہوہم سے تعاون فرما کر ثواب حاصل کرے گا۔ (وکیل المال اول تحریک جدید)

خدام الاحمدیہ کا بیسواں سالانہ اجتماع

جملہ مجالس اور خدام کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ خدام الاحمدیہ کا آئندہ سالانہ اجتماع بتاریخ ۲۰-۲۱-۲۲ اکتوبر ۱۹۶۱ء مطابق ۱۰-۱۱-۱۲ جمادی الاول ۱۳۸۱ھ بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار حسب سابق مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ کے دفتر میں منعقد ہوگا۔ تفصیلات کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ قائدین مجالس اس سلسلہ میں ابھی سے پوری تیاری شروع کر دیں اور زیادہ سے زیادہ خدام کو اپنے اجتماع میں شامل ہونے کی تحریک کریں۔
(معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

بعض احباب اخبار الفضل کی قیمت اپنے چندوں کے ساتھ خزانہ میں براہ راست بھجواتے ہیں۔ لیکن وہ اپنا چٹ نمبر تحریر نہیں فرماتے۔ جس کی وجہ سے تعمیل کرنے میں دقت پیش آتی ہے۔ ایسے احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ رقم کے ساتھ اپنا چٹ نمبر ضرور لکھ دیا کریں۔ اور دفتر کو بھی ایسی رقوم کی اطلاع (مینیجر الفضل)

وصایا

ذیل کی وصایا منظوری سے قبل شائع کی جا رہی ہیں۔ تاکہ اگر کسی کو ان وصایا میں سے کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے اعتراض ہو۔ تو وہ دفتر بہشتی مقبرہ کو ضروری تفصیل سے آگاہ فرما دیں۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

نمبر ۱۶۱۰۴:- میں مستری فضل کریم ولد شہزاد خان قوم راجپوت چوہان پیشہ معمار مستری عمر ۱۴ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی معرفت احمدیہ ہال میکلیگن (؟) روڈ کراچی نمبر ۳ ضلع کراچی صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴ اپریل ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں ہے میں معمار مستری کا کام کرتا ہوں جس سے مجھے ماہوار آمد مبلغ اسی روپے ۸۰/- روپے ہوتی ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ میں داخل کرتا رہوں گا۔ اگر اس کے بعد میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنے کے بعد میری جس قدر جائیداد ثابت ہوگی۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔

العبد:- مستری فضل کریم بقلم خود
گواہ شد:- مرزا محمد لطیف شاہد مربی سلسلہ احمدیہ مقیم کراچی
گواہ شد:- شیخ رفیع الدین احمد مرکزی سیکرٹری وصایا مقیم کراچی۔

نمبر ۱۶۱۰۸:- میں غلام فاطمہ بی بی زوجہ بشیر احمد قوم جٹ پیشہ خانہ داری عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۵۹ء ساکن چک ۸۹/۱۰-R.B ڈاکخانہ سر شمیر روڈ ضلع لائلپور صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۴/۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے

(۱) حق مہر سوا بتیس روپے بذمہ خاوند
(۲) مشین سلائی پرانی مالیت سو روپیہ کل میزان ایک سو بتیس روپے چار آنے ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ میں بمد حصہ جائیداد داخل کروں یا جائیداد کا کوئی حصہ انجمن کے حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ جائیداد وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ اگر اسکے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں یا آمد کا کوئی ذریعہ پیدا ہو جائے تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر جو ترکہ ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔

العبد نشان انگوٹھا۔ غلام فاطمہ
کاتب الحروف گواہ شد:- عبد الرحمن قادیانی ولد محمد الدین موصی ۱۲۱۸۴ سیکرٹری مال جماعت احمدیہ سر شمیر روڈ ضلع لائلپور ۲۸/۴/۶۱
گواہ شد:- نشان انگوٹھا بشیر احمد ولد شیر محمد چک ۸۹/۱۰-R.B سر شمیر روڈ ضلع لائلپور

نمبر ۱۶۱۰۹:- میں بشیرہ بیگم زوجہ ملک محمد احمد واقف زندگی قوم ککے زئی پیشہ خانہ داری عمر ۲۷ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن ربوہ ڈاکخانہ خاص ضلع جھنگ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۴/۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔

۱- مہر مبلغ پانچصد روپے ۵۰۰/- جو کہ بذمہ خاوند ہے ۲- زیور طلائی سونے وزنی ۶ ماشے مالیتی ۶۹/- روپیہ اور ایک عدد سلائی مشین سنگر قیمتی ۳۴۳/- روپیہ ہے۔ کل میزان بمع حق مہر وغیرہ ۹۱۲/- روپیہ ہے۔ جو میری ملکیت ہے میں اسکے ۱/۹ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ کرتی ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں یا آمد کا کوئی ذریعہ پیدا ہو جائے تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر جو ترکہ ثابت ہو اس کے ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔

الامۃ- بشیرہ بیگم ۲۸/۴/۶۱
فقط راقم الحروف ملک محمد احمد ولد فضل احمد بٹالوی خاوند موصیہ ...... دار الرحمت شرقی ربوہ۔
گواہ شد- سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا ربوہ
گواہ شد- فضل احمد بٹالوی پنشنر ۲۸/۴/۶۱

نمبر ۱۶۱۱۰:- میں مختار احمد ولد ماسٹر خدا بخش صاحب قوم شیخ پیشہ فوٹوگرافی عمر ۴۱ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن ۱۵- پارسی کوارٹرز ولیس سٹریٹ کراچی نمبر ۳ ۔ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷ اپریل ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں ہے۔ میں فوٹوگرافی کا کام کرتا ہوں۔ جس کے ذریعہ مجھے ۲۸۰/- روپیہ ماہوار آمد ہوتی ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ داخل کرتا رہوں گا۔ اگر اس کے بعد میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے بعد میری جس قدر جائیداد ثابت ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی۔ فقط ۲۷ اپریل ۱۹۶۱ء ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

العبد- مختار احمد بقلم خود
گواہ شد:- خلیل الرحمن سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کراچی۔
گواہ شد:- شیخ رفیع الدین احمد .... مرکزی سیکرٹری وصایا احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن کراچی

نمبر ۱۶۱۱۱:- میں حسینہ بیگم زوجہ شیخ مختار احمد صاحب قوم شیخ پیشہ خانہ داری۔ عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن ۱۵- پارسی کوارٹرز ولیس سٹریٹ کراچی نمبر ۳ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷ اپریل ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے۔

(۱) میرا حق مہر بذمہ خاوند مبلغ ۱۰۰۰/- روپے ہے (۲) میرا زیور بتفصیل ذیل ہے۔
(i) انگوٹھی طلائی ایک عدد وزن ۱/۲ تولہ (ii) لاکٹ طلائی ایک عدد وزن ۱ تولہ (iii) ہار گلے کا طلائی ایک عدد وزن ۲ ۱/۲ تولہ (iv) جھمکے طلائی ایک جوڑی وزن ۱ تولہ (v) چوڑیاں طلائی چار عدد وزن ۳ تولہ (vi) جھومر طلائی ایک عدد وزن ۱ تولہ (vii) ٹکہ طلائی ایک عدد وزن ۱ تولہ۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی جائیداد نہیں ہے۔ جملہ وزن ۱۰ تولہ قیمت ۱۲۰۰/- روپیہ میں اپنے حق مہر اور زیورات کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں۔ اگر اس کے بعد میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں یا میری کوئی اور آمد پیدا ہو تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنے کے بعد میری جس قدر جائیداد ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ فقط ۲۷ اپریل ۱۹۶۱ء- ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

الامۃ- حسینہ بیگم بقلم خود
گواہ شد- مختار احمد خاوند موصیہ۔
گواہ شد شیخ رفیع الدین احمد مرکزی سیکرٹری وصایا احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن کراچی۔

نمبر ۱۶۱۱۲:- میں غلام صغریٰ زوجہ صوبیدار میجر برکت علی صاحب قوم اگوکی راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۴۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن ۳/۱۴ مارٹن روڈ کوارٹرز کراچی نمبر ۵ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ اپریل ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے

۱- میرا حق مہر بذمہ خاوند مبلغ ۵۰۰/- روپیہ ہے
۲- میرا زیور بتفصیل ذیل ہے:-
i- گلے کا ہار طلائی ۱ عدد وزن ۳ تولہ
ii- کانٹے طلائی ایک جوڑی وزن ۱ تولہ
iii- کڑا طلائی ایک عدد وزن ۳ تولہ
iv- انگوٹھیاں طلائی ایک عدد وزن ۱/۲ تولہ

جملہ وزن ۷ ۱/۲ تولہ- قیمت ۹۳۷/۸ روپے اس کے علاوہ میری اور کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میں اپنے حق مہر اور زیورات کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں۔ اگر میں اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں یا میری کوئی اور آمد ہو تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے بعد میری جس قدر جائیداد ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی

الامۃ:- غلام صغریٰ بقلم خود- گواہ شد:- صوبیدار میجر برکت علی خاوند موصیہ۔
گواہ شد:- شیخ رفیع الدین احمد مرکزی سیکرٹری وصایا کراچی

”برطانیہ نے ڈیورنڈ لائن کو بین الاقوامی سرحد قرار دیکر دانشمندی کا ثبوت دیا ہے“

خیبر مہمند ایجنسیوں اور قبائلی علاقہ کے سربراہوں کا اظہار اطمینان

پشاور ۳ جولائی۔ خیبر اور مہمند ایجنسیوں اور قبائلی علاقہ کے ممتاز سربراہوں نے برطانیہ کی حکومت کے رویہ پر اظہار اطمینان کیا ہے کہ اس نے نام نہاد پختونوں کے متعلق افغانستان کے وزیر اعظم سردار داؤد کے غیر معقول مطالبہ کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ انہوں نے کہا ہے کہ برطانوی حکومت نے سردار داؤد خاں کے دورہ لندن کے دوران واضح الفاظ میں ڈیورنڈ لائن کو پاکستان اور افغانستان کے درمیان بین الاقوامی سرحد قرار دے کر دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ افغانستان نے پاکستان کے خلاف جو سرگرمیاں شروع کر رکھی ہیں۔ مسلمان ملکوں کے علاوہ دوسرے امن پسند ملکوں نے بھی ان کی مذمت کی ہے حال ہی میں شمالی نائیجیریا کے وزیر اعظم سر احمدو بیلو نے کہا تھا کہ افغانستان کو قبائلی علاقہ میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ان سرداروں نے سعودی شہزادہ کے بیان کا بھی حوالہ دیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ افغانستان نے پاکستان کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کیا ہے سعودی شہزادہ نے ۵۵ء میں بیان دیا تھا جب افغان حکمرانوں نے کرایہ کے آدمی لے کر کابل میں پاکستان کے سفارت خانہ پر حملہ کرایا تھا۔

قبائلی سرداروں نے سردار داؤد کے اس دعوے کو غلط قرار دیا۔ کہ افغانستان کے عوام بڑی خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں انہوں نے مطالبہ کیا کہ افغان حکمرانوں کو اگر اس بات کا یقین ہے کہ افغانستان کے قبائلی باشندے موجودہ حالات پر خوش ہیں تو انہیں چاہئیے کہ وہ قبائلی علاقہ میں آزاد استصواب کرائیں۔ قبائلی سرداروں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ یحیٰی خیل خاندان کی آمریت کے باعث جن افغان باشندوں کو مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اگر انہیں آزادی سے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق دیا جائے۔ تو وہ یقیناً حکمران ٹولہ کے خلاف ووٹ دیں گے انہوں نے کہا کہ افغان قبائل نے ۴۷ء کے استصواب میں پاکستان کے حق میں رائے دے کر اپنا مستقبل ہمیشہ کے لئے پاکستان کے ساتھ وابستہ کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ افغان حکمران اپنے عوام کی بنیادی ضروریات بھی پوری نہیں کر سکے جس کے باعث ہر سال لاکھوں افغان پاوندے پاکستان آتے ہیں جہاں انہیں کھانا اور روزگار مہیا کیا جاتا ہے +

ماؤزے تنگ عالمی جنگ شروع کرنے پر زور دے رہے ہیں

سوویٹ روس کے وزیر اعظم مسٹر خروشیف کا الزام

لندن ۳ جولائی۔ روسی امور کے ماہر آئزک ڈتشیر کا ایک مضمون حال ہی میں شائع ہوا ہے جس میں اس امر کا انکشاف کیا گیا ہے کہ روسی وزیر اعظم نکیتا خروشیف نے چینی کمیونسٹ لیڈر ماؤزی تنگ پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ عالمی جنگ شروع کرنے کے لئے ان پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔

لندن کے سنڈے ٹائمز نے یہ مضمون شائع کیا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ روس اور چین کے تعلقات میں زبردست بحران پیدا ہو گیا ہے مضمون میں مزید بتایا گیا ہے۔ کہ خروشیف نے ماؤ کے خلاف یہ الزام ایک مراسلہ میں عاید کیا ہے جو انہوں نے بہت سی غیر ملکی کمیونسٹ پارٹیوں کے لیڈروں کو بھیجا ہے روسی امور کے ماہر نے بتایا ہے کہ وزیر اعظم خروشیف نے چینی کمیونسٹوں پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ انہوں نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے جو گزشتہ نومبر میں ماسکو میں اکیاسی کمیونسٹ پارٹیوں کے اجلاس میں ہوا۔ اس اجلاس میں عالمی پالیسی کے بارے میں روس اور چین کے درمیان نظریاتی مفاہمت ہو گئی تھی۔ مسٹر خروشیف نے الزام لگایا ہے کہ چینیوں نے غیر ممالک کی کمیونسٹ پارٹیوں کی جانب اپنے سفیر بھیجے تھے تاکہ ان کی حمایت کی جا سکے روسی لیڈر نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ اس مسئلے کو دنیا بھر کی کمیونسٹ پارٹیوں کے لیڈروں کے اجلاس میں پیش کریں جو آئندہ موسم خزاں میں منعقد ہو گا۔

قطبین کے قریب علاقوں میں عبادت کے اوقات

(بقیہ صفحہ ۵)

یعنی رات اور دن کی تعیین اور روزانہ اشر نتائے ای کرتا ہے اور نہ جانتا ہے کہ ایسے علاقے یا حالات ہو سکتے ہیں جبکہ تم ان اوقات کو قائم نہیں رکھ سکو گے۔ اس لئے اس نے اوقات کے بارے میں تمہیں رخصت دے دی ہے۔ پس تم نمازیں پڑھو (یعنی اصل حکم خمس صلوٰۃ کو قائم رکھو) اور نماز میں قرآن کریم جتنا آسانی سے پڑھ سکو پڑھو“

پس اگر انسان نمازوں کے اوقات پر نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس صورت میں وقت کی پابندی کے لحاظ سے رخصت ہو جاتی ہے۔ لیکن اصل حکم یعنی نمازوں کا قائم رہتا ہے۔ جیسا کہ فاقرؤا امر کے صیغہ سے ظاہر ہے (یاد رہے کہ یہاں قرآن کے حکم سے مراد نماز ہے اور مفسرین نے اقرؤا کا مطلب صلّوا لیا ہے) لیکن میرا یہ جواب ہے کہ یہ استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں اور لغتاً یہ صحیح ہیں کہ جہاں تم نماز کے اوقات کی تعیین کی استطاعت نہیں رکھتے وہاں تم تلاوت قرآن کریم پر زور دیا کرو۔ اور جب احکام پر عمل کر سکتے ہو حتی الوسع ان پر عمل کرو۔ بالفاظ دیگر جس ملک میں نمازوں کا درمیانی فاصلہ لمبا ہو جائے وہاں تلاوت قرآن پر زور دیا جائے

علاوہ ازیں جغرافیائی لحاظ سے کوئی ایسا علاقہ ہے ہی نہیں جس پر ان پانچ اوقات کا گزر نہ ہوتا ہو۔ چنانچہ میں نے اوپر ثابت کیا ہے کہ ۲۱ مارچ اور ۲۳ ستمبر کے نزدیک ایسے ہیں جو تمام دنیا میں برابر ہوتے ہیں۔ پھر ان تاریخوں کے بعد مختلف علاقوں پر رات اور دن لمبے اور چھوٹے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پس ان دو دنوں میں ساری دنیا پر پانچ وقت کی نماز باقاعدہ ادا کی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد جن علاقوں میں دن لمبے ہوتے جائیں ان میں نمازوں کے اوقات میں بھی فاصلہ لمبا ہوتا جائے گا۔ اور جن ممالک میں دن چھوٹے ہو

۴ ہوتے جائیں ان میں نمازوں کے اوقات میں بھی فاصلہ کم ہوتا جائے گا پھر جن علاقوں میں رات اور دن ہمارے تین ماہ کے برابر ہوں وہاں تین ماہ میں صرف پانچ نمازیں ادا کی جائیں گی اور جہاں رات اور دن ہمارے ایک ماہ کے برابر ہوں وہاں ایک ماہ میں پانچ نمازیں ادا کی جائیں گی۔ جیسا کہ امام شعرانی کا فتوےٰ درج کیا جا چکا ہے۔ اس پر شرعی لحاظ سے کوئی اعتراض نہیں پڑ سکتا البتہ یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کو زیادہ نمازیں ادا کرنی پڑتی ہیں اور انہیں کم لیکن یہ خیال کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتا۔

اسی طرح روزوں کے متعلق بھی صحیح فیصلہ یہ ہے کہ جہاں جہاں روزہ کی حدود پائی جائیں وہاں کے باشندے روزے رکھیں اور جہاں حدود ہی نہیں پائی جاتیں ان علاقوں کے باشندوں کو معذور سمجھا جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جن علاقوں میں نماز کے اوقات کا تعین کیا جا سکتا ہے وہاں بظاہر روزے کی حدود بھی یقیناً پائی جائیں گی لیکن ان دونوں عبادتوں کے بجا لانے میں فرق ۴۴

۴۴ ہے کیونکہ اگر کسی علاقہ میں دن رات ہمارے تین ماہ کے برابر ہوتے ہیں تو تین ماہ میں اس علاقہ کے باشندوں پر صرف پانچ نمازیں فرض ہوں گی جو اوقات مقررہ پر ادا کی جائیں گی لیکن اس علاقہ میں روزہ رکھنا ناممکن ہو گا کیونکہ کوئی انسان اتنے لمبے عرصہ تک بھوک اور پیاس برداشت نہیں کر سکے گا پس ایسے علاقہ کے لوگ یقیناً غیر مستطیع قرار پائیں گے اور ان پر روزہ رکھنا فرض نہ ہو گا۔

ضروری تصحیح:۔ اخبار الفضل کے یکم جولائی کے پرچہ میں صفحہ ۴ پر ”کس نے بسا ہے“ کے زیر عنوان جو نظم شائع ہوئی ہے اس میں بعض مصرعے غلط شائع ہو گئے ہیں نظم کا دوسرا شعر یوں پڑھا جائے۔

کہاں چھپا ہے ہم اپنی مستی کہ ہوشیاروں نے سن لیا ہے

اسی طرح پانچواں شعر دراصل یوں ہے:۔

گلے ملے تھے ہزار چھپ کر
گلے کے ہاروں نے سن لیا ہے۔

احباب تصحیح فرما لیں۔